

## متصوف صحابہ و تابعین \*

پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی

اہل تصوف اپنے عقائد کے اثبات و توثیق میں جو سندیں پیش کرتے ہیں، ان میں صرف اولیاء، اوصیاء اور اصفیاء ہی نہیں بلکہ ایسی معزز ہستیاں بھی ہیں جنہیں صحابہ رسول اللہ صلعم یا تابعین کا رتبہ حاصل ہے یا ان کے سر تھوپا گیا یا ان کی تخلیق کی گئی ہے۔ مگر علمائے علم الرجال نے ان کو بے نقاب کر دیا ہے۔

ان میں سے چند یہ ہیں:

### اویس قرنی

اویس بن عامر (یا ابن عمرو) القرنی الیمنی - صحیح مسلم میں اویس کی فضیلت پر ایک حدیث مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تمہارے پاس یمن سے ایک شخص اویس نامی آئے گا۔ اس کو برص تھا۔ اس نے اللہ سے دعا کی تو ساری سفیدی دفع ہو گئی۔ صرف ناف پر ایک درم کے برابر داغ باقی رہ گیا ہے۔ مسلم ہی کی ایک حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ ”تم میں سے جو ان سے ملے، میرا سلام پہنچا دے اور ان سے اپنی مغفرت کی دعا کی درخواست کرے“۔

ان کے مناقب میں آثار بھی روایت کئے گئے ہیں۔ بعض روایتوں میں حضرت عمر فاروق کا ان کی جستجو کرنا اور ان کو اپنا اور خود سرور کائنات کا

\* مقالہ ہذا میرے مسودہ ”تاریخ معتقدات عجم“ کے حصہ سوم (تصوف) سے ایک اقتباس ہے۔ اور اقتباسات ”ثقافت“ لاہور جنوری و فروری سنہ ۱۹۶۳ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ — مسلم

سلام کہلوانا یا حسب وصیت نبی صلعم ان کو آپ کا خرقہ پہنانا (۱) اور کسی میں اہل کوفہ کا ان کا مذاق اڑانا مذکور ہے۔ ان روایات کے متعلق ایک محدث کا کہنا ہے کہ ان میں کوئی جان نہیں بجز حکایات اور زہد میں ان کے نقشف کے۔ بعض صحابیوں نے ان کو جاننے سے ہی انکار کیا ہے۔

ان کی وفات کے متعلق ایک روایت ہے کہ آذربيجان کے ایک غزوے میں شہید ہوئے، دوسری روایت کے مطابق حیرہ میں طبعی موت مرے۔ طفیل بن عیاض کی روایت ہے کہ اویس سنکی یا مجذوب تھے۔ نہ تن بدن کا ہوش تھا نہ کپڑوں کا۔ ایک مدت تک لا پتہ رہے۔ حضرت علی رض کے دور خلافت میں مدینہ میں نمودار ہوئے اور انہیں کے سامنے جنگ صفین میں مارے گئے۔ بروایت ابن حبان مکہ میں جبل ابو قیس میں مرے۔ کوئی کہتا ہے دمشق میں وفات پائی۔ بعض کہتے ہیں دنیا میں کسی اویس کا وجود ہی نہ تھا۔

امام بخاری ان اسناد و روایات کو ضعیف و مشتبہ بتاتے ہیں (۲)۔ البتہ ان کا وجود تسلیم کرتے ہیں۔

### سلمان فارسی

سلمان فارسی ایک مانے ہوئے جلیل القدر صحابی ہیں۔ یہ ابتدا میں مجوسی تھے۔ حق کی جستجو میں اصفہان سے چل کر شام جانا، عیسائیت قبول کرنا، مسیحی اسقفوں سے رسول عربی صلعم کے ظہور کی پوشیدہ خبر پا کر عرب روانہ ہونا، اسیر ہو کر بکنا، کسی یہودی کا خرید لینا، مدینہ میں حضور صلعم کا زرفدیہ دے کر آزاد کرا دینا، پھر نہ صرف اپنا مولیٰ بنالینا بلکہ اہل بیت میں شامل کر لینا، حضور ص سے خلوت میں ان کی لمبی لمبی صحبتوں اور ان کے علم و فضل کی داستان روایت کی گئی ہے۔ اس روایت کی تفصیلات اور ان کے بیچے جانے اور آزاد کئے جانے میں اختلافات ہیں۔

اس روایت کو شیخ اکبر محی الدین ابن عربی (۱۱۶۵-۱۲۴۰ ع) نے اپنی کتاب محاضرة الابرار میں شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ لیکن نہ کسی سال

(۱) خرقہ نبوی کی روایت پر ملا علی قاری کی جرح آگے حسن بصری کے حالات کے تحت ملاحظہ ہو۔

(۲) لسان المیزان، حافظ ابن حجر عسقلانی، ج ۱ صفحہ ۲۷۵۔

اور تاریخ کا ذکر ہے نہ سلمان فارسی کے کسی دور زندگی میں ان کی عمر کا، نہ اسقفوں یا راہبوں کے ناموں کا۔ نہ اس سوال کا حل ہے کہ حضور صلعم کے اوائل ہجرت میں کیا آپ ص قبا سے مدینہ منورہ میں تازہ وارد ہوئے تھے۔ سرخی کے انڈے کے برابر ٹھوس سونا جس کا وزن چالیس اوقیہ تھا اور جس سے تین سو دینار سلمان کا زرفدیہ ادا کیا گیا، کہاں سے آگیا اور کس نے دیا؟ ابن عربی کے اس بیان کی کسی مستند حدیث و اثر سے تصدیق و توثیق نہیں ہوتی۔

ان اختلافات سے صرف نظر کر کے بھی ان کی عمر اتنی بتائی جاتی ہے جو قرین قیاس نہیں۔ یعنی ڈھائی سو سے ساڑھے تین سو سال تک۔ ابن الاثیر اسد الغابہ میں لکھتے ہیں :- ” بعض روایات کے مطابق ان کی عمر جب ان کو آنحضرت صلعم کی صحبت نصیب ہوئی، چھ سو سال تھی۔ انہوں نے حواریان مسیح ص کا زمانہ پایا۔“ بہر حال خلافت حضرت عثمان رض میں مدائن کے گورنر تھے اور سنہ ۳۲ ھ میں وفات پائی (۳)۔

### بابا رتن ہندی

اس سے زیادہ حیرت انگیز ہی نہیں بلکہ ناقابل یقین عمر ایک فرضی صحابی بابا رتن ہندی کی ہے۔ یعنی باختلاف روایات چھ سو سے سات سو سال تک۔ یہ یکے از شیوخ الصوفیہ مانے جاتے ہیں۔ ان کا نام (۱) رتن بن میدان بن مندی (۲) رتن بن عبداللہ الہندی ثم التربندی یا مرندی (غالباً بھٹنڈی کیونکہ ان کا مزار بھٹنڈا میں ہے) ابن ساہوک بن جکندر دیو یا جکندرق (غالباً جکندر دیو) (۳) رتن بن نصر بن کربال تھا۔ ان سے ان کے دو بیٹوں نے (حالانکہ ان سے منسوب قول کے مطابق انہوں نے کبھی شادی نہیں کی) اور دس بارہ راویوں نے روایتیں کی ہیں۔ صحابہ یا غیر صحابہ میں کہیں ان کا ذکر نہیں۔ صرف ذہبی نے اپنی تجرید میں ان کا ذکر یوں کیا ہے جو الاصابہ فی تمییز الصحابہ لابن حجر عسقلانی مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۵۱۵-۵۱۹ سے ترجمہ کر کے نقل کیا جاتا ہے :-

(۳) الاصابہ فی تمییز الصحابہ، حافظ ابن حجر عسقلانی، ج ۲ صفحہ ۶۰ صفحہ الصفوۃ لابن الجوزی مطبوعہ حیدرآباد صفحہ ۳۲۵۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، سبْحَانَکَ ہَذَا بَہْتَانِ عَظِیْمِ شَیْخِ الشَّیْوَخِ مُحَمَّدِ  
بن ..... کاشغری نے بیان کیا اور انہیں کے مسخوطہ سے میں یہ تذکرہ نقل  
کرتا ہوں :-

” بابا رتن ہندی ( بن فلاں بن فلاں ) ایک پسر مرد سنہ ۵۶۰۰ کے بعد  
مشرق میں ظاہر ہوا اور صحابی رسول اللہ صلعم ہونے کا دعویٰ کیا - جہلا نے  
اس سے حدیثیں سنیں - واقعہ یہ ہے کہ اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا - بعض  
کذابوں نے اس کا ایک نام گھڑ رکھا ہے - میں محض استعجاباً اس کا ذکر  
کرتا ہوں، جس طرح سرائیک ہندی نے بیان کیا ہے - وہ کوئی ابلیس  
ملعون تھا جس نے آنحضرت صلعم کو دیکھا تھا اور آپ ص سے حدیثیں  
سنی تھیں - عجیب تر بات تو یہ ہے کہ ایک صحابی ہی نہیں افضل الصحابہ  
کہا جاتا ہے ..... اس نے سنہ ۵۶۳۲ میں وفات پائی -“

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ میں نے مورخ شمس الدین محمد  
بن ابراہیم الجزری کی خود نوشتہ تاریخ میں پڑھا ہے - ان کا بیان ہے کہ  
سنہ ۷۱۲ھ میں نجیب عبدالوہاب بن اسمعیل الفارسی الصوفی نے ہم سے کہا  
کہ سنہ ۵۶۷۵ھ میں میرے پاس ایک کبیر السن شخص محمود پسر بابا رتن آیا  
اور یوں بیان کیا :-

” میرے والد نے معجزہ شق القمر دیکھا اور یہی ان کی ہجرت کا باعث  
ہوا - وہ مکہ جا کر خندق میں آپ ص کی خدمت میں حاضر ہوئے - ان کے  
پاس کپڑے میں کچھ املی بھی تھی - اسے بطور ہدیہ حضور صلعم کے سامنے  
پیش کیا۔ آپ نے اس میں سے کچھ کھایا اور ان کی پیشہ پر ہاتھ رکھ کر طول عمر  
کی دعا دی۔ آج ان کے پاس ان کے ملک کے سولہ علاقے ہیں - وہ ۶۲۳ سال  
زندہ رہے - محمود نے اپنی عمر ۱۷۰ سال بتائی -“

مجھ سے علی بن محمد بن ابی المجد نے زبانی بیان کیا - انہوں نے فلاں  
فلاں سے روایت کی کہ :

”میں سنہ ۵۷۳ھ میں ۱۷ سال کا نوخیز لڑکا تھا - تجارت کے سلسلے میں  
اپنے باپ اور چچا کے ساتھ خراسان سے ہند کا سفر کیا - ہم بلاد ہند کی

سرحد پر پہنچے اور ایک گاؤں میں اتر پڑے۔ لوگوں نے بتایا کہ شیخ بزرگ بابا رتن کا گاؤں ہے۔ گاؤں کے باہر ایک بہت بڑا سایہ دار درخت دیکھا جس کے نیچے ایک خدائی جمع ہوگئی۔ انہوں نے ہمارا خیر مقدم کیا۔ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ درخت کی ایک شاخ سے ایک بڑا سا تھیلا لٹک رہا ہے۔ پوچھنے پر لوگوں نے بتایا کہ اس تھیلے میں بابا رتن ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلعم کو دیکھا تھا۔ اور آپ ص نے چھ بار ان کو طول عمر کی دعا دی تھی۔ ہم نے ان کی زیارت کا اشتیاق ظاہر کیا اور اتارنے کی درخواست کی۔ ایک بوڑھا تھیلے کی طرف بڑھا جس کی ڈوری گھرنی (چرخ) سے گذرتی تھی۔ اسے اتارا۔ تھیلا روٹی سے بھرا ہوا تھا۔ بابا ایک چوزے کی طرح روٹی میں لپٹا ہوا تھا۔ اس شخص نے چہرے سے روٹی صاف کی اور اپنا منہ اس کے کان پر رکھ کر کہا: دادا میاں کچھ لوگ خراسان سے آئے ہیں، نبی صلعم کی اولاد ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ بتائیں کہ آپ نے حضور الور صلعم کو کیسے دیکھا اور آپ نے کیا فرمایا؟“

بابا نے سانس کھینچی اور شہد کی مکھی جیسی بہنہناہٹ سے فارسی میں بولنے لگے:-

’ میں نے اپنی جوانی میں بغرض تجارت اپنے باپ کے ساتھ حجاز کا سفر کیا۔ جب ہم مکہ کی وادی میں پہنچے تو بارش ہوئی اور تمام وادیاں مینہ سے بھر گئیں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گورا چٹا خوبرو اور خوشخو لڑکا جو اونٹ چراتا ہوا ادھر آگیا تھا اور اس کے اور اس کے اونٹ کے درمیان سیلاب حائل ہوگیا تھا، سیلاب کے زور سے خوفزدہ کھڑا ہے۔ میں اس کے پاس آیا اور اسے کانڈھے پر اٹھا کر اس کے اونٹ کے پاس پہنچادیا۔ میری طرف دیکھ کر اس نے عربی میں تین بار کہا بارک اللہ فی عمرک۔ میں نے اسے وہیں چھوڑا، مکہ پہنچا اور مال بیچ کر وطن لوٹ آیا۔

’ اس پر ایک مدت گذر گئی۔ ایک چاندنی رات تھی۔ ہم گاؤں کے باہر بیٹھے تھے۔ ماہ کامل تھا اوپر دیکھا تو چاند دو آدھوں میں جدا جدا

ہو گیا تھا۔ ایک آدھا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں غروب ہو گیا۔ چاند گھنٹوں غائب رہا، رات تاریک ہو گئی۔ پھر آدھا مشرق سے اور آدھا مغرب سے اٹھا اور دونوں آدھے نصف آسمان میں جا ملے۔ ہمیں بڑا تعجب ہوا اور کوئی سبب سمجھ نہ سکے۔ کچھ شتر سواروں سے یہ ذکر آیا۔ انہوں نے بتایا کہ مکہ میں ایک ہاشمی ظاہر ہوا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ وہ تمام جہاں کی طرف اللہ کا رسول مبعوث ہوا ہے۔ اہل مکہ نے اس سے اور انبیا کی طرح معجزے طلب کئے اور مطالبہ کیا کہ وہ چاند کو حکم دے کہ دو آدھوں میں شق ہو جائے اور نصف مشرق میں اور نصف مغرب میں غروب ہو کر دونوں اپنی جگہ پر لوٹ آئیں۔ چنانچہ اس نے اللہ کے حکم سے یہ کر دکھایا۔‘

’ ہم نے یہ سن کر پھر تجارتی سفر کی تیاری کی، مکہ پہنچے اور پوچھے ہوئے اس جوان کے گھر پہنچے۔ وہ لوگوں کے درمیان بیٹھا تھا اور اس کے چہرے سے نور برس رہا تھا جس نے اس کے تمام جسم کو روشن کر رکھا تھا۔ اسے میں پہچان نہ سکا۔ میں نے اسے سلام کیا وہ مسکرا کر بولا تم نے مجھے پہچانا تمہیں؟ فلاں سال جب میرے اور میرے اونٹ کے درمیان سیلاب حائل تھا تمہیں نے مجھے اٹھا کر اونٹ تک نہیں پہنچا دیا تھا؟ میں نے کہا بے شک اے خوبرو مرد۔ اس نے کہا ہاتھ بڑھاؤ۔ اس نے مصافحہ کیا اور کہا کہو اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا رسول اللہ۔ میں نے یہی کلمے دہرائے۔ وہ خوش ہوا۔ میں رخصت ہونے لگا تو تین بار کہا بارک اللہ فی عمرک۔ میں اس ملاقات اور شرف اسلام سے خوش خوش رخصت ہو گیا۔ اللہ نے اپنے نبی کی دعا قبول کی۔ آپ کی چھ بار دعاؤں میں سے ہر بار کے لئے ایک سو سال کی عمر دی اور آج میری عمر چھ سو سال سے زیادہ ہے اور اس بڑی بستی کا ہر شخص میری اولاد یا میری اولاد کی اولاد ہے۔ رسول اللہ صلعم کی دعائے برکت سے اللہ نے مجھ پر ہر خیر اور ہر نعمت کا دروازہ کھول دیا ہے۔‘

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کی عمر سات سو سال اور تاریخ وفات سنہ ۵۹۶ھ سے سنہ ۶۸۰ھ تک ظاہر کی گئی ہے۔ میں نے اس شریف (سید زادہ) سے پوچھا کہ آیا بابا کی اولاد بھی تھی۔ انہوں نے کہا میں نے کبھی شادی نہیں کی نہ کسی عورت کو خواب میں بھی دیکھا۔ (۲)

اب کچھ بابا تن کی مروی احادیث کی کیفیت بھی ذہبی ہی کی زبانی سن لیجئے :-

شیخ الشیوخ ابو القاسم محمد بن عبدالرحمن .. .. الحسینی الکاشغری کی تحریری روایت جو میں نے نقل کر لی ہے۔ یہ ہے :

شیخ ہمام الدین اسمہر کنندی نے روایت کی کہ مجھ سے صحابہ رسول اللہ صلعم کے باقی ماندہ صحابی خواجہ رتن بن ساہوک بن ..... نے بیان کیا کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا: جس کسی نے دولت مند کی عزت اس کی دوات کے سبب سے اور کسی مفلس کی اہانت اس کی مفلسی کے سبب سے کی اس پر ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی لعنت رہے گی جب تک توہ نہ کرے۔ جو آل محمد سے بغض کے ساتھ مرا وہ کافر مرا۔ جو ہر رات اپنی بھوڑوں میں کنگھی کرے اس کی آنکھیں کبھی دکھنے نہ آئیں گی۔ ازیں قبیل کئی اور حدیثیں ہیں۔

پھر کاشغری نے کہا: تاج الدین محمد بن احمد خراسانی نے مجھ سے طیبہ (مدینہ) میں روایت کی :-

اما بعد۔ یہ ہیں چالیس رطنیاتی (منسوب بہ رتن) حدیثیں جنہیں میں نے سمنان کی خانقاہ سابقہ میں شیخ جلال الدین ابوالفتح موسیٰ بن علی کے واسطے سے رتن بن نصر صحابی نبی صلعم سے روایت کیا ہے :-

- (۱) اعمال باطن کا ایک ذرہ اعمال ظاہر کے بلند پہاڑوں سے بہتر ہے۔
- (۲) فقیر اپنے فقر کے باوجود تم سب سے زیادہ اپنے اہل بیت سے غیرت رکھتا ہے۔ پھر چالیسوں حدیثیں دہرائیں۔

(۲) الاصابہ فی تمییز الصحابہ، لابن حجر عسقلانی، مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۵۱۵-۵۱۹ =

(۳) میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں صحابہ کے ساتھ شریک تھا۔ پھر گانا ہوا تو ہمارے دل آڑنے لگے اور ہم ناچنے لگے۔ صبح کو میں نے رسول اللہ صلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ ناراض نہ ہوئے ہمارے لئے دعا کی اور فرمایا:

(۴) موٹے کپڑے پہنو اور ننگے پاؤں پہرو تو اللہ کو صاف صاف دیکھ لوگے۔

(۵) عوام کا لانعام اور عورتوں سے بچتے رہو۔ یہ اللہ سے دور کر دیتا ہے۔

(۶) اگر کسی یہودی کو ابو جہل سے معاملہ پڑ جائے اور اس میں وہ میری مدد کا خواستگار ہو تو اس کی حاجت برآری کے لئے میں سو بار ابو جہل کے پاس آؤں جاؤں۔

(۷) اللہ کے نزدیک عالم کے قلم سے شکم عالم کا شگاف راہ خدا میں جہاد کرنے والے کے شکم کے شگاف سے زیادہ محبوب ہے۔

(۸) ایک عالم کے کپڑے پر اس کا دوات کا داغ اللہ کے نزدیک شہید کے سو کپڑوں کے پھینے سے زیادہ محبوب ہے۔

(۹) جس کسی نے بھوکے کو کھلانے کا مقدر رکھتے ہوئے اسے بھوکا لوٹا دیا اس پر اللہ عذاب کرے گا خواہ وہ نبی مرسل ہو۔

(۱۰) جو کوئی حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے دن روئے قیامت کے دن اولوالعزم رسولوں کے ساتھ ہوگا۔

(۱۱) جس کسی نے تارک صلوات کی ایک لقمے سے مدد کی اس نے تمام انبیا کے قتل میں مدد کی۔ اسی طرح کی تین سو حدیثیں جو کاشغری نے سنہ ۵۶۶ھ میں خوارزم میں سنیں وہ سب موسیٰ بن محلی سے مروی ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں ”یہ تمام خرافات موسیٰ ہی کی وضع کردہ ہیں۔ اور ان میں کاشغری طیبی اور ابن محلی کے اسناد سونے کی نہیں بلکہ جھوٹ کی لڑی ہے۔“ ذہبی نے پھر غلاة صوفیہ کے ذکر میں کہا ”ان میں سے بعضوں نے

یوں بھی حدیث روایت کی ہے میرے قلب نے میرے رب سے یوں روایت کی۔“ بعض بزرگوں نے خواب میں رسول اللہ صلعم کو دیکھا اور آپ سے حدیث روایت کی۔

ذہنی نے اس ہندی مدعی صحابیت پر تعجب کا اظہار کیا کہ ”چھ سو سال یہ کہاں رہا؟ تاریخ کے کسی دور میں اس کا پتہ نہ ہند میں ملتا ہے نہ کسی اور ملک میں۔ اس کے وجود کو ماننا ایسا ہی ہے جیسے غار میں یا کسی تہ خانے میں مہدی (منتظر) کے وجود کا ماننا۔ (۵)

یہ ہے بابا رتن کی ایک لمبی داستان کا ملخص۔ (۶)

صوفیوں کے طول عمر کے سلسلے میں ایک اور بزرگ کا ذکر ضمناً سن لیجئے۔ گو صفحات تاریخ میں ان کو جگہ دی جاسکتی ہے۔ یہ شاہ مدار ہیں۔ سلسلہ مدار یہ یوں ہے: بدیع الزمان مدار عن شیخ طیفورالدین شامی (با یزید بسطامی) عن شیخ یحییٰ الدین شامی عن شیخ ابو ربیع مقدسی عن عبداللہ علمبردار مکی عن سیدنا علی بن ابی طالب۔

با یزید بسطامی کا سال وفات سنہ ۲۶۱ھ اور شاہ مدار کا سنہ ۵۸۳ھ ہے۔ اگر شاہ مدار کم از کم اکیس سال کی عمر میں با یزید کی صحبت میں بیٹھے اور تعلیم و تربیت اور اجازہٴ خلافت سے مشرف ہوئے تو ماننا پڑے گا کہ حضرت مدار کی عمر چھ سو برس کی ہوئی۔ تمام روایتوں کے اکٹھا کرنے کے بعد آپ کی عمر دو سو برس سے لیکر ساڑھے تین سو برس تک بتائی جاتی ہے۔ بہر حال با یزید سے آپ کی لقا ثابت نہیں (۷)۔

عبداللہ علمبردار مکی کی حضرت علی رض سے روایت اسی طرح سینکڑوں سال کے تفاوت کی گتھی ہے۔ مگر ان سب کی تفصیلات میں الجھنا ایک طول امل ہے اور تصریحات بالا سے ان کو قیاس کیا جاسکتا ہے۔

(۵) لسان المیزان، لابن حجر عسقلانی، ج ۲ صفحہ ۲۵۰-۲۵۵۔

(۶) مولانا عبدالحلیم شرر مرحوم نے جو یامے حق کے نام سے روایات سے ہی سلمان فارسی کا ایک نہایت دل آویز افسانہ لکھا ہے۔ اسی طرح وہ تمام روایات جمع کر کے بابا رتن کا یہ افسانہ لکھتے تو سر رائڈر ہگرڈ کی داستانوں سے کم حیرت افزا نہ ہوتا مگر شرر ناول لکھتے تھے۔ طلسم ہوش ربا کی داستانیں نہیں۔ یا یہ روایات ان کو ملی نہیں۔

(۷) مضمون مولانا شاہ غلام حسنین پھلواری در ”منادی“ دہلی بابت اکتوبر ۱۹۵۸ء ص ۲۲۔

(۲) حسن بصری

ابو سعید حسن بصری بن یسار متوفی سنہ ۱۱۰ھ - ان کے والدین غلام تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے تقریباً دو سال پہلے مدینہ میں پیدا ہوئے۔ علمی کمالات کے لحاظ سے سرخیل علما اور اخلاقی و روحانی فضائل کے اعتبار سے سرتاج اولیا۔ ..... ان کی ذات تصوف کا منبع اور علم باطن کا سرچشمہ تھی۔ تصوف کی تمام نہریں اس سرچشمہ سے پھوٹتی ہیں، چنانچہ تصوف کے اکثر بڑے بڑے سلاسل آپ ہی کے واسطہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتے ہیں۔ اس طرح گویا آپ ہی کے واسطہ سے دنیا میں یہ دریائے نور رواں ہوا۔ اگرچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے آپ کا استفادہ روحانی ثابت نہیں ہے لیکن ارباب تصوف کا اس پر اتفاق ہے کہ حسن بصری حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فیض یافتہ تھے۔ (۸)

”جمہور محدثین محمد بن سعد کے اس قول سے متفق ہیں کہ الحسن بن علی عالمًا رفیعاً فقیہاً ثقیلاً ماموناً عابداً ناسکاً کثیر العلم فصیحاً جمیلاً وسیماً“

ابن حبان کا کہنا ہے کہ حسن نے اہل صفین میں سے بعض کو اور ۱۲۰ صحابہ کو دیکھا تھا ... اللہ کے سامنے حضور کے تصور کی کیفیت ہر وقت آپ پر غالب رہتی تھی اور اللہ تعالیٰ کی جلالت شان سے ہر وقت ترساں رہتے تھے۔ ابو جعفر رازی ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ میں قریب قریب دس سال حسن کی صحبت میں رہا اور کوئی دن ایسا نہیں گذرا جس میں میں نے ان سے کوئی ایسی بات نہ سنی ہو جو پہلے کبھی نہ سنی ..... ابو جعفر (باقر) کہا کرتے تھے کہ حسن کا کلام انبیاء کے کلام سے مشابہ ہوتا تھا۔ (۹)

بعض مشائخ کا دعویٰ ہے کہ حضرت علی نے اپنا خرقة، جو ان کو رسول اللہ صلعم سے عنایت ہوا تھا، حسن بصری کو پہنا دیا تھا۔ اور یہ کہ حضور صلعم کی وصیت کے مطابق حضرات عمر و علی رضی اللہ عنہما سے اویس قرنی کے حوالہ کیا

(۸) ثابین، مولفہ شاہ معین الدین ندوی صفحہ ۶، ۸۳۔

(۹) غلامان اسلام، مولفہ مولانا سعید احمد صفحہ ۱۶۸ - ۱۸۲۔

تھا۔ اور اویس سے یہ خرقہ ان کے خلفا میں نوبت بہ نوبت منتقل ہوتا رہا ائمہ علم الرجال اور محدثین نے ایسی روایتوں کی سختی سے تردید و تکذیب کی ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری متوفی سنہ ۱۰۱۳ھ اپنی کتاب الموضوعات الکبیرہ (۱۰) میں اعلان کرتے ہیں کہ ایسی تمام روایتیں کذب و محض اور باطل ہیں۔ آنحضرت صلعم نے صوفیوں کی متعارف صورت میں کوئی خرقہ نہ کسی صحابی کو پہنایا نہ کسی کو پہنانے کا حکم دیا۔ پوری عبارت درج ذیل ہے:-

لبس الخرقۃ للصوفیۃ و کون الحسن البصری لبسہا من علی۔ قال ابن دحیۃ و ابن الصلاح انہ باطل۔ و کذا قال العسقلانی انہ لیس فی شیء من طرقہ ما یشہد و لم یرو فی خبر صحیح و لا حسن و لا ضعف ان النبی صلعم لبس الخرقۃ علی الصورة المتعارفۃ بین الصوفیۃ لاحد من انصحابہ و لا امر احداً من اصحابہ بفعل ذالک۔ وکل ما یروی من ذلک صریحاً فباطل۔ قال ثم ان من الکذب المفتوی قول من قال ان علیاً لبس الخرقۃ للحسن البصری فان ائمة الحدیث لم یشہدوا المحسن من علی سماعاً فضلاً عن ان یلبسہ الخرقۃ۔ قال السخاوی و لم ینفرد بذلك شیخنا بل سبقت الیہ جماعتہ حتی من لبسہا و لبسہا کالذہبیطی و الذہبی و ابن حبان و العلاءئی و العراقی و ابن الملکن و البرہان الجلی و غیرہم، یعنی تشبیہاً بالقوم و تبرکاً بطریقہم اذ ورد لبسہم لها مع الصحبۃ المتصلۃ الی کیل ابن زیاد و هو صحب علیا کرم اللہ وجہہ اتفاقاً۔ و فی بعض الطریق ایضاً اتصالہا باولیس القرنی و هو قال اجتمع لعمر و علی رض۔ قلت و کذا نسبۃ التلقین المتعارف بین الصوفیۃ، لا اصل لہ۔ و کذا نسبۃ المصافحۃ المتصلۃ الی النبی صلعم، لیس لہ اصل عند العلماء الاعلام۔ و کذا نسبۃ الخرقۃ الی اویس رض و انہ علیہ السلام اوصی بخرقۃ لاویس رض، و ان عمر و علیا رض سلماھا الیہ و انہا وصلت الیہم عند و ہلم جرأ، فغیر ثابت۔ ولو ذکرہ بعض المشائخ، فالمدار علی طریق الصحبۃ و متابعتہ کتاب و السنۃ و مجانبتہ الہوی و مقاربتہ الہدی و العاقبۃ للتقوی۔

بعض لوگوں کو حسن بصری پر یہ اعتراض تھا کہ وہ تدلیس کرتے ہیں

یعنی اپنے اصلی شیخ کا نام نہیں لیتے اور حدیث کو براہ راست آنحضرت صلعم کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کی وجہ، جیسا کہ وہ خود بیان کرتے ہیں، یہ تھی کہ ان کے عہد میں حجاج بن یوسف کے مظالم اور اس کی سفاکیوں کا بڑا چرچا تھا ”میں جس کسی حدیث میں قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہوں سمجھ لو کہ میں نے وہ حضرت علی رض سے سنی ہے۔ لیکن حجاج کی وجہ سے میں حضرت علی رض کا نام نہیں لے سکتا۔“۔ یونس بن عبید نے ان سے وہی سوال کیا تو فرمایا ”اے میرے بھتیجے آج تم نے مجھ سے ایک ایسی بات دریافت کی ہے جو آج تک کسی نے نہ کی تھی۔ اور اگر تمہاری قدر و منزلت میرے دل میں نہ ہوتی تو میں یہ بھید تم سے بھی نہ کہتا۔“

حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں ”ابو زرقہ سے پوچھا گیا آیا حسن نے بدویوں میں سے کسی سے حدیث سنی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ان کو خواب میں دیکھا تھا۔ حضرت علی رض کو مدینہ میں دیکھا ضرور تھا جبکہ وہ بارہ چودہ سال کے لڑکے تھے۔ کیونکہ حضرت علی رض کوفہ و بصرہ چلے گئے تھے اور حسن مدینہ میں رہے۔ پھر ان سے نہ ملے۔ اسی طرح ابی بن کعب اور سعد بن عبادہ سے جو روایتیں کی ہیں (ابن سعد کہتے ہیں) ان کو حسن نے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ اور حضرت عمر ابن الخطاب رض سے روایت کرتے ہیں حالانکہ ان کی شہادت کے وقت یہ دو برس کے تھے۔ ثوبان، عمار بن یاسر، ابو ہریرہ، حضرت عثمان، ابوالعاص، مفضل بن سنان رضی اللہ عنہم سے کبھی حدیث نہیں سنی اور اسی طرح بیسیوں صحابہ ہیں جن سے بے سنی وہ روایت کرتے ہیں۔“

ایک دفعہ حسن نے کہا بصرہ میں حضرت ابن عباس رض نے ہم سے خطاب کیا، ”حالانکہ ان کو نہ کبھی دیکھا نہ ان سے حدیث سنی۔ ابن عباس بصرہ کے والی تھے اور حسن مدینہ میں تھے۔ بعد میں حسن نے یوں تاویل یا توضیح کی کہ ”میرا مطلب ہے کہ اہل بصرہ سے خطاب کیا۔“ (۱۱)